رسائل و مسائل

الوہیت و عبدیت

چند متفرق سوالات

از مولانا عبد المالک صاحب جامعہ منصورہ

سوال :- گذارش ہے کہ میں آپ کی توجہ ایم۔اے کے لیے لکھی گئی کتاب بعنوان "مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ" مؤلفہ : غلام رسول ایم۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی گورنمنٹ کالج لاہور شائع کردہ علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور" کی ایک عبارت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

مؤلف کتاب مذکور ص ۴۴۳ پر خصائص نبوت محمدیہ کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے آپ کی ایک صفت "الوہیت کا مظہر اتم" بیان کرتا ہے :-

"الوہیت کا مظہر اتم۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں۔ ان کا کلام خدا کا کلام، ان کا ظہور خدا کا ظہور، ان کا آنا خدا کا آنا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ (بنی اسرائیل ۔ ۱۷-۱۸) کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا تھا۔ حق سے مراد اللہ تعالیٰ، قرآن کریم اور رسول کریم ہیں۔ پھر فرمایا۔ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم) اس آیت کریمہ میں آپ کے کلام کو وحی سے تعبیر کیا ہے۔ ایک اور آیت میں ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح)

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو مجازی طور پر اپنی ذات قرار دے دیا ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت ہے۔ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى - (الانفال)"

میں نے پوری دیانت داری سے مکمل پیراگراف نقل کر دیا ہے۔ آپ کی مذکورہ خیالات کے بارے میں کیا رائے ہے؟ نیز آیاتِ مذکورہ کی صحیح تاویل کیا ہے؟

سب سے زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ مؤلف مذکور کتاب ہذا کے ص ۴۸۳ تا ۴۸۹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت یا مظہر الوہیت کی پُر زور تردید کرتا ہے۔ آپ کو بشر ثابت کرتا ہے حالانکہ یہی دلائل آنحضرت پر بھی منطبق ہوتے ہیں۔

کتاب مذکورہ کے صفحہ ۱۸۲ پر "فلسفہ ویدانیت کے اثرات" کے تحت مؤلف رقمطراز ہے۔

"اس فلسفہ نے صرف ہندوؤں کے ذہنوں اور [illegible] کو متاثر نہیں کیا بلکہ یہ فلسفہ مسلمانوں کے صوفی طبقہ پر اثر انداز ہوا ہے۔ وہ طبقہ وجودی صوفیا کہلاتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابوالحسین حلاج ہندوستان آئے جہاں جوگیوں کی صحبت میں رہے اور اس فلسفہ کے اثرات لے کر یہاں سے گئے۔ اسی فلسفہ کے سرخیل شیخ محی الدین ابن عربی فصوص الحکم کے کلمہ اسماعیلیہ میں فرماتے ہیں۔

فلا تنظر الی الحق - وتعریه عن الخلق - ولا تنظر الی الحق - وتکسوه سوی الخلق - ونزهه وشبهه - وکن فی مقعد الصدق - وکن فی الجمع ان شئت - وان شئت ففی الفرق - ولا یلقی علیك الوحی - وفی غیره لا تلق -

ہمارے وجودی صوفیا نے صفاتِ الٰہیہ سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان خواہ روحانیت کے کتنے بلند مقام پر پہنچ جائے وہ عبدیت کی

آلائش سے پاک نہیں ہو سکتا۔"

پیراگراف اوّل اور دوم میں ایک وسیع تناقض نظر آتا ہے۔ مصنّف کے دونوں خیالات میں کس طرح تطبیق ہو سکتی ہے؟

ایم۔اے کے اکثر طالب علم یہ کتاب پڑھتے ہیں اور یہ کتاب نہ صرف بہت سی اُلجھنیں پیدا کرتی ہے، بلکہ گمراہ کن نظریات کی اشاعت بھی کرتی ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ نہ صرف اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں بلکہ اگر ممکن ہو تو اس مصنّف سے رابطہ قائم کر کے ان کی توجہ ان تضادات کی طرف مبذول کرائیں اور آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔ یہ بھی نہی عن المنکر کے ضمن میں آتا ہے اور اجر و ثواب کا موجب ہے۔

جواب:- آپ نے غلام رسول ایم۔اے کی کتاب "مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ" سے جو اقتباسات نقل کر کے بھیجے ہیں، انہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ لکھنے والے کا ذہن صاف نہیں ہے۔ اللہ کے رسول کے لیے "الوہیت کا مظہر اتم" کا عنوان قائم کر کے جو تشریح کی گئی ہے یہ اسی طرح کا انداز ہے جو عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اختیار کرتے ہیں یا پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسائی لٹریچر کا مطالعہ کرنے کے بعد بزعم خود نبوت کے منصب پہ فائز ہونے کی خاطر اپنایا ہے۔ "قل جاء الحق وزھق الباطل" "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی" "ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ" وغیرہ آیات کی تشریح میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو مجازی طور پہ اپنی ذات قرار دیا ہے، قرآن پاک کی تحریف ہے اور اس کا مقصد غالباً یہی ہے کہ طلبہ کو غیر محسوس طریقے پہ اس بات کا قائل کر لیا جائے کہ جس طرح رسول مجازی طور پہ خدا ہو سکتا ہے اسی طرح کوئی اور شخص مجازی، ظلّی اور بروزی طور پہ نبی بن سکتا ہے۔ ان آیات کی صحیح تفسیر مکمل طور پہ آپ تفہیم القرآن اور دیگر تفاسیر سے معلوم کر سکتے ہیں۔ مختصر طور پہ اس کی تشریح یہ ہے کہ قل جاء الحق میں حق سے نظامِ حق اور باطل سے نظامِ باطل مراد ہے اور وما رمیت کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پہ کفار پہ

اللہ کے حکم سے اپنی مٹھی میں مٹی لے کر پھینکی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے کفار کی آنکھوں میں پہنچا دیا تھا۔ اسی کو اس آیت میں اس انداز سے بیان کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اللہ کے اذن سے جو مٹی پھینکی تھی اُس کا پھینکنا تو آپ کا کام تھا، لیکن کفار کی آنکھوں میں پہنچانا یہ اللہ تعالیٰ کا فعل تھا، آپ کا فعل نہ تھا۔ اسی طرح جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اُن کی اس بیعت کو اللہ کے ہاتھ پر بیعت بایں معنی قرار دیا گیا کہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کا وسیلہ اور ذریعہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا تھا۔ اس مدعا کو اُس حدیث پاک کی روشنی میں سمجھنا چاہیے جس میں آپ نے فرمایا: فمن اطاعنی فقد اطاع اللہ۔ جس نے میری اطاعت کی اُس نے درحقیقت خدا ہی کی اطاعت کی، کیونکہ حضورؐ تو خدا ہی کے احکام و فرامین پر عمل کرنے اور کرانے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔

مناسب ہوگا کہ محکمہ تعلیم اور حکومت سے ایسی عبارات کو تبدیل کرانے کا پُرزور مطالبہ کیا جائے۔ نیز زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ اسلامی اعتقادات و احکام کی وضاحت اور تقابلِ ادیان کے موضوعات پر سنجیدہ، مستند اور عوام کا اعتماد رکھنے والے حضرات سے کتابیں لکھوائی جائیں یا کم از کم اُن سے نظرِثانی کرائی جائے۔

سوال: (چند متفرق سوالات)

۱- اپنے رہنے کے مکان کے علاوہ ہمارے دو مکان ہیں۔ میرے والد کے پاس ان مکانات کے علاوہ نقد رقم نہیں ہے۔ ہم ۵ بھائی اور ۳ بہنیں ہیں۔ تو اس بارے میں رہنمائی فرمائیں کہ بہنوں کو ان ۲ مکانات میں سے کتنا حصہ ملے گا؟ عملی صورت بتائیے۔

۲- عام طور پر لوگ بیٹی کو جو جہیز دیتے ہیں، کیا یہ جہیز بیٹی کے حصے میں شمار ہوتا ہے؟ یا یہ جہیز الگ چیز ہے؟

۳- کیا موجودہ طرزِ حکومت میں بجلی چوری جائز ہے؟ حالانکہ واقعہ یہ ہے کبھی کبھی بجلی والے بہت زیادہ بل بناتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ بجلی والے صحیح